اسلام اور آزادی اظہار رائے

Islam and Freedom of Expression

*پروفیسر ڈاکٹر محمد ادریس لودھی

چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ وڈائریکٹر سیرت چیئر بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان

**پروفیسر قدسیہ خاکوانی

ویمن یونیورسٹی ملتان

Abstract:

Freedom of expression has been placed with great importance in *Seeratunabi.* This paper describes scope and parameters of freedom of expression in light of *Seeratunabi.* It has been discussed as blessing of Allah in the Holy Book. Prophet Muhammad SAW used to consult His companions on those issues if *wahi* was not communicated from Allah. In result of consultation and discussions, The Prophet used to change His opinion and decisions accordingly. This research paper throws light on the several incidents, events, and episodes of *Makki and Madni* life of Prophet Muhammad SAW. Such freedom of expression had been practiced according to the principles of justice and equity. Restrictions and gagging of freedom of expression has been declared curse in Holy Quran.

Key Words: Freedom of expression, Seeratunabi, consultation, restrictions, public opinion.

اسلام کا تصور آزادی اظہار رائے افراط و تفریط سے پاک اور وسط وتوازن کے پر حکمت اصولوں پر مبنی ہے۔وہ مغربی تصور جمہوریت کی طرح نہ توشتر بے مہار ہے اور نہ ہی فرعونیت و نمرودیت کے استبداد جیسا حبس دوام ہے۔یہاں کوئی بوالہوس صاحب اختیار نہیں بن سکتااور نہ ہی کوئی کٹر ثقہ بند مذہبی جنونی عوام کی قسمتوں کامالک بن سکتاہے۔اسلام میں آگ کے انگاروں پر لیٹے ہوئے حضرت بلال کااحداحد پکارنا حریت رائے کی بنیاد ہے۔دراصل اسلامی سوسائٹی کی تاسیس و تشکیل اس طرح کی گئی ہے کہ بڑے سے بڑا ظالم و جابر بھی حریت رائے دہی کا حق نہیں چھین سکتا۔یہ پورا نظام خلافة النبوة في حراسة الدين وسياسة الدنيا کے نقشے پر قائم ہوتا ہے یعنی تحفظ دین اور سیاست دنیا چلانے میں یہ نیابت نبوت کا نظام ہے۔

آزادی اظہار رائے کی حدود:

اسلام دین حکمت وتوازن ہے جس کی کسی تعلیم کا کوئی جز بھی حکمت وعدل کے خلاف نہیں۔اس لیے اظہار آزادی رائے اسلام کے وسیع اور فطری نظام حیات کی ایک اعلیٰ قدر، لازمی جزاور بہترین حصہ ہے۔اس لیے اظہار آزادی رائے کو بھی اسلام نے عقلی اور شرعی حدود وقیود کا پابند بنایا تاکہ ریاست اور معاشرت میں انارکی، ظلم، خلافِ حکمت اور غیر متوازن منفی اقدار کو ختم کیا جاسکے۔اس لیے اظہار آزادی رائے کی حدود وقیود کا تعین کیا گیا ہے۔

حدود اللہ میں رائے زنی حرام ہے:

نصوص شریعہ یعنی قرآن وسنت کی دوٹوک اور واضح آیات اور حدیث وسیرت کے قواعد وضوابط میں تغیر وتبدل کے لیے اظہار آزادی رائے کی اجازت نہیں، کیونکہ یہ نصوص وواقعات خداوند سبوح وقدوس اور نبی معصوم کے طے کردہ ہیں، جن میں تا قیام قیامت غلطی کا امکان نہیں۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ﴾(1)

''اور کسی مؤمن مرد اور عورت کا یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ کردیں تو وہ اپنی طرف سے من مانی کرنے لگیں۔''

بنو مخزوم کی فاطمہ نامی ایک خاتون نے چوری کی تو حضور ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔حضرت اسامہ بن زید نے اس کے حق میں سفارش کی تو حضور ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ، أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الحَدَّ، وَايْمُ اللَّهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا» (2)

''تم سے پہلی امتیں اس لیے ہلاک ہوئیں کہ ان میں سے کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے تھے۔کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد جاری کی جاتی۔خدا کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کٹوا دیتا۔''

ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ حَالَتْ شَفَاعَتُهُ دُونَ حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَقَدْ ضَادَّ اللَّهَ أَمْرَهُ، وَمَنْ خَاصَمَ فِي بَاطِلٍ وَهُوَ يَعْلَمُهُ، لَمْ يَزَلْ فِي سَخَطِ اللَّهِ حَتَّى يَنْزِعَ» (3)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "جو شخص اللہ کی حدود میں شفارش کرتا ہے تو وہ اللہ کے ساتھ ضد کرتا ہے۔ اور جو آدمی جان بوجھ کر جھوٹے کے حق میں جھگڑا کرتا ہے، جب تک اس عمل کو نہیں چھوڑتا، اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار رہتا ہے۔"

قرآن حکیم نے جس قدر عدل پر زور دیا، خلافِ عدل امور کی اسی قدر مذمت کی ہے۔ جائز حدود کے اندر رہتے ہوئے اظہار آزادی رائے بہت بڑی نعمت، اعلیٰ سیاسی قدر اور بہترین سماجی روایت ہے۔ لیکن غیر شرعی اور غیر عقلی طریقہ اظہار رائے جاہلیت کی ایک قسم ہے۔ اس لیے قرآن حکیم میں عدل کی تاکید کے ساتھ ساتھ ترکِ عدل کی بھی مذمت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ﴾(4)

"جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل سے فیصلہ کرو۔"

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ﴾(5)

"اور ان کے باہمی معاملات کا فیصلہ اس قانون کے مطابق کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔"

خلاف حق اظہار رائے قرآن حکیم کے نزدیک ظلم، کفر اور فسق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ... الظَّالِمُونَ ... الْفَاسِقُونَ﴾(6)

"جو شخص اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ کرے تو وہ کافر، ظالم اور فاسق ہیں۔"

ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں اظہار رائے جیسی اعلیٰ قدر بے لگام اور لامحدود نہیں، کیونکہ اسلام کا اصل نصب العین قیام عدل ہے۔ لہٰذا جب بھی اظہار رائے نظام عدل اور اخلاق حسنہ کے خلاف ہو تو یہ رائے زنی گمراہ کن اور باطل ہے۔ اس لیے ہر وہ

طریقہ اظہار رائے جو عقل و فطرت، قانون شریعت، حق و انصاف اور اخلاق فاضلہ کے مطابق ہو، وہ لائق تعریف اور واجب العمل ہے۔ اگر اظہار رائے ان اصولوں کے خلاف ہو تو یہ طاغوتی اور باغیانہ روش ہے۔ چنانچہ پوری شریعت اسلامی اور سیرت النبی کا خلاصہ یہی ہے کہ حق و انصاف پر مبنی اظہار رائے انسانیت کے حق میں نعمت اور اس کے برعکس اظہار رائے انسانیت کے حق میں ظلم و جبر ہے۔

تحمل و عقل کا فروغ:

معاملات میں تحمل مزاجی اور فیصلہ سازی میں عقل و شعور کی بہت اہمیت ہے۔ اظہار آزادی رائے جس قدر اہم اور ضروری ہے ۔آوارہ خیالی اور بے لگام آزاد خیالی پر اسلام نے اسی قدر قدغن لگائی ہے۔ شرعی حدود اور اخلاقی قیود کے اندر اپنی رائے ظاہر کرنا ایک اعلی انسانی وصف ہے۔ وفد عبد القیس جب حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو اس کے لیڈر اشج بن عبد القیس نے بلا جھجک اپنے خیالات کا اظہار کیا تو حضور ﷺ نے اس کی حوصلہ افزائی کی اور فرمایا:

«إِنَّ فِيكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللَّهُ: الحِلْمُ، وَالأَنَاةُ» (7)

یعنی تمہارے اندر دو عادات ایسی ہیں جو اللہ تعالی کو بہت پسند ہیں۔ ایک حلم و عقل اور دوسری وقار و تدبر۔

سچ نما جھوٹ سے اجتناب:

اظہار آزادی رائے کے ضمن میں ایک اور سنہری ضابطہ یہ ہے کہ انسان نما جھوٹ سے اپنا دامن صاف رکھے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے:

« كَبُرَتْ خِيَانَةً أَنْ تُحَدِّثَ أَخَاكَ حَدِيثًا هُوَ لَكَ بِهِ مُصَدِّقٌ، وَأَنْتَ لَهُ بِهِ كَاذِبٌ» (8)

یعنی سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی سے کوئی بات کہو وہ تمہاری بات کو سچ سمجھے حالانکہ تم نے جو بات کی وہ جھوٹ تھی۔

دراصل اظہار رائے کی یہ آزادی مغربی تصور حریت سے برعکس ہے۔ وہاں خوف خدا، فکر آخرت، اسوہ رسول، اخلاقی حدود و قیود کا سرے سے کوئی تصور ہی نہیں۔ جبکہ اسلام کا اظہار رائے آزادی ان تمام ایمانی و اخلاقی تعلیمات کا پابند ہے۔ جو فرد اور سوسائٹی کو آزادی اظہار کے غیر منصفانہ استعمال سے منع کرتا ہے۔ اگر آزادی اظہار رائے جیسی اعلی انسانی قدر ان حدود و قیود کی پابند نہ ہو تو آزادی فکر و عمل کا یہ کلچر وہی انسانیت کش اور انسانیت سوز تہذیب قائم کرتا ہے۔ جس سے ہم جنس پرستی، بے لباسی جیسے ابلیسی اور دجالی اقدار کو بھی

قانونی تحفظ مل جاتا ہے جس کی مثال آج مغرب پیش کر رہا ہے۔ حتی کہ نر جانور بھی اپنی جنسی خواہش نر جانور سے پوری نہیں کرتا۔ مغربی تہذیب کا یہ پہلو حیوانیت کی بھی مسخ شدہ شکل ہے۔ جس کا انسانی سوسائٹی میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح آزادی اظہار رائے کے نام پر مغرب کا تصور جنسی مساوات بھی فطرت کے خلاف ایک ایسا اعلان بغاوت ہے کہ مغرب معاشرہ خاندانی نظام کی تباہی کی شکل میں اس کی سزا کاٹ رہا ہے۔

کتمان حق کی مذمت:

اسلام میں جس قدر اظہار حق کے آزادانہ پرچار کی تعریف کی ہے، حق بات کہنے کا موقع ضائع کرنے کی مذمت بھی کی گئی ہے تاکہ عوام میں اظہار حق کا ذوق اور حوصلہ پیدا ہو اور کتمان حق کے جرم سے پاک رہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے:

«إِنَّهُ سَتَكُونُ بَعْدِي أُمَرَاءُ مَنْ صَدَّقَهُمْ بِكَذِبِهِمْ، وَأَعَانَهُمْ عَلَى ظُلْمِهِمْ، فَلَيْسَ مِنِّي وَلَسْتُ مِنْهُ، وَلَيْسَ بِوَارِدٍ عَلَيَّ الْحَوْضَ، وَمَنْ لَمْ يُصَدِّقْهُمْ بِكَذِبِهِمْ، وَلَمْ يُعِنْهُمْ عَلَى ظُلْمِهِمْ، فَهُوَ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ، وَهُوَ وَارِدٌ عَلَيَّ الْحَوْضَ»(9)

آپ ﷺ نے فرمایا میرے بعد ایسے حکمران آئیں گے کہ جو شخص ان کے جھوٹ کی تصدیق کرے گا ان کے ظلم میں بھی ان کی مدد کرے گا نہ وہ میرا ہے اور نہ میں اس کا ہوں۔ ایسا آدمی حوض کوثر پر مجھ سے نہیں مل سکے گا اور جو شخص ان کے جھوٹ کی تصدیق نہ کرے اور ظلم میں ان کی مدد نہ کرے وہ میرا ہے میں اس کا ہوں اور میرے پاس حوض کوثر پر ملے گا۔

آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے جو ابن عمر نے روایت کیا ہے:

«مَنْ حَضَرَ إِمَامًا فَلْيَقُلْ خَيْرًا، أَوْ فَلْيَسْكُتْ» (10)

"جو شخص کسی حکمران کے پاس موجود ہو اسے چاہئے کہ اچھی بات کرے ورنہ خاموش رہے۔"

ظاہر ہے کہ یہاں اچھی بات سے مراد پوری جرات کے ساتھ حق بات کا اظہار کرنا ہے۔ آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے:

«لَا يَنْبَغِي لِامْرِئٍ يَقُومُ مَقَامًا فِيهِ مَقَالُ حَقٍّ إِلَّا تَكَلَّمَ بِهِ، فَإِنَّهُ لَنْ يُقَدِّمَ أَجَلَهُ، وَلَا يَحْرِمَهُ رِزْقًا هُوَ لَهُ»(11)

"کسی شخص کے لئے مناسب نہیں کہ وہ ایسی بات پر حق نہ کہے کہ جب حق بات کرنے کی ضرورت ہو جو حق بات نہیں کرتا اسے یاد رکھنا چاہئے کہ وقت سے پہلے موت نہیں آسکتی اور وہ اپنے نصیب کے رزق سے محروم نہیں ہو سکتا۔"

ایک حدیث میں ارشاد ہے:

«لَا يَحْقِرْ أَحَدُكُمْ نَفْسَهُ» ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ يَحْقِرُ أَحَدُنَا نَفْسَهُ؟ قَالَ: «يَرَى أَمْرًا لِلَّهِ عَلَيْهِ فِيهِ مَقَالٌ، ثُمَّ لَا يَقُولُ فِيهِ، فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تَقُولَ فِي كَذَا وَكَذَا؟ فَيَقُولُ: خَشْيَةُ النَّاسِ، فَيَقُولُ: فَإِيَّايَ كُنْتَ أَحَقَّ أَنْ تَخْشَى» (12)

"یعنی کوئی شخص خود کو رسوانہ کرے۔ صحابہ نے پوچھا: کوئی آدمی خود کو کیسے ذلیل کر سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب وہ کوئی ایسا موقع دیکھے جہاں اسے اللہ کی رضا کے لئے بولنا چاہئے تھا اس پر وہ نہ بولے تو یہ خود رسوائی ہے۔ وہ اللہ تعالی سے جب ملے گا اللہ اس سے پوچھیں گے کہ تجھے حق بات کہنے سے کس نے روکا تھا؟ وہ کہے گا: لوگوں کے خوف نے۔ تو اللہ تعالی فرمائے گا: میں اس بات کا زیادہ حقدار تھا کہ تو مجھ سے ڈرتا۔"

آزادی اظہار رائے اور اسوہ حسنہ:

حضور نبی کریم ﷺ پر خطر اور نازک ترین لمحات کے باوجود اظہار حق کے موقع پر کبھی کمزوری نہ دکھاتے تھے۔ کفار مکہ نے جب آپ ﷺ کے چچا ابو طالب سے آپ ﷺ کی شکایت کی تو انہوں نے آپ ﷺ کو بلا کر فرمایا:

«يَا ابْنَ أَخِي، إِنَّ قَوْمَكَ قَدْ جَاءُونِي، فَقَالُوا لِي كَذَا وَكَذَا، لِلَّذِي كَانُوا قَالُوا لَهُ، فَأَبْقِ عَلَيَّ وَعَلَى نَفْسِكَ، وَلَا تُحَمِّلْنِي مِنْ الْأَمْرِ مَا لَا أُطِيقُ» (13)

یعنی اے میرے بھتیجے! تیری قوم میرے پاس آئی ہے اور یہ لوگ اس اس طرح کہہ رہے ہیں۔ آپ ﷺ خود پر اور مجھ پر رحم کرو مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جسے میں برداشت نہ کر سکوں۔

آپ ﷺ نے اس موقع پر جس ولولہ انگیز عزم و ہمت کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«يَا عَمُّ، وَاللهِ لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِي يَمِينِي، وَالْقَمَرَ فِي يَسَارِي عَلَى أَنْ أَتْرُكَ هَذَا الْأَمْرَ حَتَّى يُظْهِرَهُ اللَّهُ، أَوْ أَهْلِكَ فِيهِ، مَا تَرَكْتُهُ». (14)

یعنی اے چچا! خدا کی قسم! یہ لوگ اگر میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں پر چاند لا کر بھی رکھ دیں تب بھی میں دعوت کے کام کو نہیں چھوڑوں گا حتی کہ اللہ تعالی اس کلمے کو غالب کر دے یا میں اس راہ میں مارا جاؤں۔

آزادی اظہار رائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:

اسی طرح مکمل آزادانہ اور عادلانہ سیاسی اظہار رائے کی بہترین مثال اس وقت سامنے آتی ہے جب ثقیفہ بنی ساعدہ میں اکثریت نے رائے دی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہمارے خلیفہ ہوں گے تو آپ نے مزید اظہار رائے کی پختگی کو معلوم کرنے کے لیے یہ ارشاد فرمایا:

«يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ أَقَلْتُكُمْ رَأْيَكُمْ، إِنِّي لَسْتُ بِخَيْرِكُمْ، فَبَايِعُوا خَيْرَكُمْ» ، فَقَامُوا إِلَيْهِ، فَقَالُوا: يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللَّهِ، أَنْتَ وَاللَّهِ خَيْرُنَا. (15)

"اے لوگو! میں تمہاری رائے تمہیں واپس کرتا ہوں۔ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اپنے میں سے کسی بہترین آدمی کی بیعت کر لو۔" تو تمام صحابہ نے کھڑے ہو کر کہا: "اے رسول اللہ کے خلیفہ! آپ ہم سب سے بہتر ہیں۔"

سیاسی رواداری کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ خلافت راشدہ کا آغاز ہی انصار و مہاجرین کی دو بڑی پارٹیوں کے امتزاج و ترکیب سے ہوتا ہے انصار کا مطالبہ یہ تھا کہ خلافت کا منصب باری باری انصار و مہاجرین دونوں میں منتقل ہوتا رہے۔ ایک مرتبہ ایک مہاجر خلیفہ ہو دوسری مرتبہ ایک انصاری۔ مہاجرین نے انصار کے اس مطالبہ سے اختلاف کیا جس سے نزاع اٹھ کھڑی ہونے کا اندیشہ پیدا ہو گیا لیکن انصار و مہاجرین کے بڑے لیڈروں کی دور اندیشی نے بالآخر معاملہ کو سلجھا لیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ کے ہاتھ پر بیعت ہو گئی۔ صرف خزرج کے لیڈر سعد بن عبادۃ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ کی بیعت پر راضی نہ ہوئے اور انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ کے پورے زمانہ خلافت میں نہ تو ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور نہ ان کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی بلکہ کھلم کھلا پورے نظام اطاعت سے بالکل الگ رہے، ان کے متعلق ابن قیتبہ کی تصریح یہ ہے:

فکان سعد لا يصلي بصلاتهم، ولا يجمع بجمعتهم، ولا يفيض بإفاضتهم، ولو يجد عليهم أعوانا لصال بهم، ولو بايعه أحد على قتالهم لقاتلهم، فلم يزل كذلك حتى توفي أبو بكر رحمه الله، وولي عمر بن الخطاب، فخرج إلى الشام، فمات بها، ولم يبايع لأحد، رحمه الله. (16)

سعد نہ ان کی اقتدا میں نماز پڑھتے اور نہ ان کی امامت میں جمعہ ادا کرتے، اور نہ ان کی امامت میں حج ادا کرتے بلکہ اگر ان کو کچھ مدد گار مل جاتے تو وہ ارباب اختیار پر ہلہ بول دیتے اور اگر کچھ لوگ ان سے ان لوگوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے بیعت کر لیتے تو وہ ان لوگوں سے جنگ بھی چھیڑ دیتے۔ وہ اپنے اس رویہ پر قائم رہے یہاں تک کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ نے وفات پائی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ خلیفہ ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے خلیفہ ہونے کے بعد وہ شام چلے گئے اور وہی وفات پائی لیکن بیعت دونوں صاحبوں میں سے کسی کے ہاتھ پر بھی نہیں کی۔ اللہ ان پر رحم کرے۔

حضرت سعد بن عبادہ انصاری نے زندگی بھر نہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی، نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی۔ نہ ان کے پیچھے نماز پڑھتے، نہ حج ادا کرتے۔ لیکن حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے اظہار رائے پر نہ کوئی پابندی عائد کی اور نہ ہی انہیں ڈرایا دھمکایا۔ وہ اسی حالت میں شام تشریف لے گئے اور وہیں وفات پائی۔ لیکن ان کا یہ اظہار رائے اور اختلاف رائے باغیانہ اور مفسدانہ نہیں تھا۔ بلکہ اپنے مافی ضمیر کا اصولی اظہار تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اپنے معاش فکر اور طرز عمل کا اعلانیہ اظہار کرتے کہ ضرورت سے زیادہ مال جمع کرنا حرام ہے۔ لیکن اس اظہار رائے اور اختلاف رائے کے باوجود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کوئی تعرض نہیں فرمایا تھا۔ (17)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور آزادی اظہار رائے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ آزادانہ اظہار رائے کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ ایک مرتبہ یمن کے گورنر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ایک شہری کو کسی موقع پر بیس 20 کوڑے لگوائے اور اس کے بال منڈوا دئے۔ وہ اسی حالت میں اپنے بال لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور بالوں کا گچھا بنا کر آپ رضی اللہ عنہ کے سینے پر مارا اور کہا کہ یہ آگ ہے اور بڑی دلیری سے اپنے ساتھ ہونے والا واقعہ سنایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے اس جرات آموز اظہار رائے کو پسند کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر سارے لوگ اسی طرح کھل کر اپنا مافی ضمیر بیان کریں تو یہ مجھے تمام مال غنیمت سے زیادہ عزیز ہے۔ (18)

لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بر سر منبر ٹوک دیا کرتے اور آپ رضی اللہ عنہ کا مواخذہ کرتے تھے۔آپ رضی اللہ عنہ نے اس اظہار رائے کی اصل روح کو ہمیشہ اچھی نظر سے دیکھا، شکایت کنندہ کی بات سنی اور عام شہریوں کی درخواست پر عمرو بن العاص، مغیرہ بن شعبہ،ابو موسی اشعری اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جیسے گورنروں کے خلاف لوگوں کے اظہار کی حوصلہ افزائی کرتے اور ان کی شکایات کا تدراک کرتے تھے۔(19)

آپ رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے ہمیشہ لوگوں کو اپنی ذاتی رائے کے اظہار کا مکمل موقع فراہم کرتے اور خود کو لوگوں کے سامنے احتساب کے لئے پیش کرتے۔لوگ تنقید کرتے آپ ان کی حوصلہ افزائی کرتے۔ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

فَإِنِّي وَاحِدٌ كَأَحَدِكُمْ وَأَنْتُمُ الْيَوْمَ تُقِرُّونَ بِالْحَقِّ، خَالَفَنِي مَنْ خَالَفَنِي وَوَافَقَنِي مَنْ وافقنِي، وَلَيْسَ أُرِيدُ أَنْ تَتَّبِعُوا هَذَا الَّذِي هَوَايَ .(20)

یعنی میں بھی تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں۔آج آپ حق بات کا اقرار کرین جس نے میری مخالفت کرنی ہے وہ کھل کر کرے اور جس نے میری حمایت کرنی ہے وہ بھی کھل کر کرے۔میں نہیں چاہتا کہ تم میری خواہشات کی پیروی کرو۔

ایک شخص بار بار حضرت عمر سے کہتا رہا کہ آپ اللہ سے ڈریں۔دوسرے شخص نے اسے منع کیا تو حضرت عمر نے فرمایا:

دَعْهُ، لَا خَيْرَ فِيهِمْ إِنْ لَمْ يَقُولُوهَا لَنَا، وَلا خَيْرَ فِينَا إِنْ لَمْ نَقْبَلْ.(21)

یعنی اسے کہنے دو اگر وہ اس طرح ہم سے نہ کہیں تو ہم میں بھلائی باقی نہ رہے گی اور اگر ہم ان کی بات کو قبول نہ کریں تب بھی ہم میں بھلائی نہیں۔

اسی طرح ایک مرتبہ جب آپ نے حق مہر کی رقم مخصوص اور محدود کرنا چاہی تو ایک عورت نے کہا کہ آپ حق مہر کی رقم دینے سے منع کیوں کرتے ہیں جب کہ اللہ تعالی نے اس کے لئے قنطار کا لفظ استعمال کیا ہے تو آپ نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا اور فرمایا کہ ہر انسان عمر سے زیادہ دین کی سمجھ بوجھ رکھتا ہے۔(22)

ایک مرتبہ حضرت عمر نے مسجد نبوی کی توسیع کے لئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا مکان خریدنا چاہا تو انہوں نے فروخت کرنے سے انکار کر دیا۔جب حضرت ابی بن کعب کو ثالث مقرر کیا تو انہوں نے حضرت عمر کے خلاف فیصلہ دیا۔حضرت عمر اس

سے خوش ہوئے کیونکہ یہ آزادانہ اظہار رائے کی عمدہ مثال تھی۔ لیکن یہ مثال قائم ہونے کے بعد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بلاقیمت اپنا مکان مسجد کے لئے ہبہ کر دیا۔ یہ انفاق کی اعلیٰ مثال تھی۔(23)

حضرت جعفر طیار کا اعلان کلمۃ الحق:

اظہار رائے کی آزادی اور اس کا شعور دین اسلام کی اساسی دعوت ہے جس کا اہم ترین اظہار حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے ہجرت حبشہ کے بعد نجاشی کے دربار میں کیا۔ آپ کا خطبہ درج ذیل ہے:

''ہم ایک جاہل قوم تھے۔ بت پوجتے تھے۔ مردار کھاتے تھے بدکاریاں کرتے تھے۔ ہمسایوں کو ستاتے تھے۔ بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا۔ قوی لوگ کمزوروں کو کھا جاتے تھے۔ اسی اثناء میں ہم میں ایک شخص پیدا ہوا جس کی شرافت اور صدق و دیانت سے ہم لوگ پہلے سے واقف تھے۔ اس نے ہم کو اسلام کی دعوت دی اور یہ سکھلایا کہ ہم پتھروں کو پوجنا چھوڑ دیں۔ سچ بولیں۔ خونریزی سے بعض آجائیں۔ یتیموں کا مال نہ کھائیں۔ ہمسایوں کو آرام دیں۔ عفیف عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں۔ نماز پڑھیں۔ روزے رکھیں۔ زکوۃ دیں۔ ہم اس پر ایمان لائے۔ شرک اور بت پرستی چھوڑ دی اور تمام اعمال بد سے باز آئے۔ اس جرم پر ہماری قوم ہماری جان کی دشمن ہو گئی اور ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس گمراہی پر واپس آجائیں۔''(24)

امام ابو یوسف اور آزادی اظہار رائے:

ایک مرتبہ ایک شخص نے خلیفہ ہارون رشید پر سخت تنقید کی کہ تم مال غنیمت کی تقسیم میں عدل نہیں کرتے اور ظلم کا ارتکاب کرتے ہو۔ ہارون نے اسے گرفتار کیا اور جلادوں کے درمیان کھڑا کر دیا اور امام ابو یوسف کو طلب کیا۔ آپ نے ہارون کو خلفائے راشدین اور رسول اللہ ﷺ کے تحمل مسؤلیت کے حوالے سے نصیحت کی۔ ہارون نے اس شخص کو آزاد کر دیا۔

کیا آج کے جمہوری دور میں عوامی ووٹ سے منتخب ہونے والے حکمران اپنی کھلی کچہری اور عام جلسوں میں عوام کو اس بے لاگ احتساب کا حق دیتے ہیں؟

صوفیاءِ حق کا اظہار حق:

حقیقی صوفیائے کرام حضور ﷺ کے روحانی نائبین ہیں۔ اقبال نے ایسے ہی ارباب حق کے بارے میں کہا تھا:

ع　　ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں(25)

یہ مردانِ حق کٹیا میں رہتے لیکن اپنی آزادانہ اظہار حق کے زور سے ایوان اقتدار میں زلزلہ برپا کر دیتے تھے۔ مقتدر قوتوں پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ ان کی قلندرانہ اداؤں سے بڑے بڑے شہنشاہوں کے چہرے فق ہو جایا کرتے تھے۔ زہر گداز اور جگر پاش حالات میں بھی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے تھے۔ کج کلاہوں کی نخوت و تکبر پاؤں تلے روندھ دیا کرتے تھے۔ گردن جھکانے کی بجائے کٹوانا پسند کرتے تھے۔ وہ گلی کوچوں میں تبلیغ حق اور اظہار حق کے ساتھ ساتھ ایوانوں میں بھی صدائے حق بلند کرتے۔ بگڑے نوابوں، بدمست جاگیرداروں، بے لگام حکمرانوں اور بے ضمیر وزیروں پر برستے تھے۔ ہر جگہ اپنی جرأت اظہار سے حق کا پرچم گاڑتے۔ خلاف شرع کاموں پر ٹوکتے۔ کتاب و سنت سے انحراف کرنے والوں کے لئے سد راہ بن جاتے۔ حدود الٰہی اور سنت رسول کی مخالفت دیکھتے ہی دھن سے شمشیر حق نکالتے، پیغام حق نشر کرتے، اس لئے کوئے یار سے سوئے دار جانا ان کا روزانہ کا معمول تھا۔ حق گوئی اور بے باکی کی نئی تاریخ روزانہ کی بنیاد پر مرتب کرتے۔ اس کی روشن مثال حضرت فضیل بن عیاض کی وہ نصیحت جو آپ نے ہارون رشید کو کی تھی۔ ہارون چل کر ان کے خیمے میں آیا تو آپ نے اس سے فرمایا: رعایا کو اپنی اولاد کی طرح سمجھو، ان پر نرمی اور مہربانی کرو، اگر تیری سلطنت میں ایک شخص بھی بھوکا رہ گیا تو وہ میدان حشر میں تیرا دامن گھسیٹ کر تجھے اللہ کی عدالت میں لے جائے گا۔

ایک مرتبہ جب عباسی خلیفہ مقتفی لامر اللہ نے ایک ظالم شخص ابوالوفا یحییٰ کو بغداد کا قاضی مقرر کیا تو جناب عبدالقادر جیلانیؒ نے خلیفہ کو سرعام مخاطب کر کے پوچھا: تم نے اظلم الظالمین کو امت پر مسلط کیا ہے۔ روز قیامت رب العالمین کو کیا جواب دو گے؟ (26)

آپ نہ صرف سلاطین وقت کا دامن پکڑ کر جھنجھوڑتے تھے بلکہ ان عمامہ پوشوں اور فتویٰ فروشوں کو بھی سرعام للکارتے۔ جن کی حیلہ جوئیوں اور دسیسہ کاریوں اور فریب سازیوں کی وجہ سے دین بازیچہ اطفال بن کر رہ گیا تھا۔ ان سے فرمایا کرتے تھے: اے عالمو! دین کے راہزنو! تم کب تک سلاطین کے لئے منافقین بنے رہو گے۔ (27)

فیروز شاہ تغلق کے منصب دار وزیر خان تلنگی نے جب شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی سے وظائف و اوراد سیکھنے کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ باوضو ہو کر امور سلطنت سرانجام دیا کرو اور ضرورت مندوں کی ہر ضرورت پوری کیا کرو۔

سلطان شمس الدین التمش کے دور میں ملتان کے گورنر قباچہ خان نے جب سلطان کے خلاف بغاوت کا منصوبہ بنایا تو شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ نے سلطان کو بذریعہ مراسلہ اس سے آگاہ کیا لیکن خط پکڑا گیا۔ قباچہ نے حضرت بہاء الدین زکریاؒ کو بھرے دربار میں

طلب کیا۔ خط لکھنے کی وجہ پوچھی تو آپؒ نے برملہ کہا کہ میں نے عوام الناس کو خونریزی سے بچانے کے لئے ایسا کیا۔ اس طرح اس مرد حق کی حق گوئی سے ملتان خانہ جنگی سے بچ گیا۔

حق گوئی اور بے باکی میں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے جو ولولہ انگیز روایت قائم کی وہ آزادی اظہار رائے کی تاریخ کا روشن باب ہے۔ خیر خواہوں کے مشوروں، ارباب اقتدار کی دھمکیوں، ذاتی و خاندانی مصلحتوں، دنیاوی منصوبوں اور مفادات سے بالکل برعکس ان کی صدائے حق سے ایوان اقتدار کانپ اٹھا۔ عہد اکبری و جہانگیری کی سیاسی اور مذہبی رسومات و بدعات پر آپ کی حق گوئی سے خط تنسیخ کھنچ گیا۔ جہانگیر طاقت و سلطنت کے نشے میں دھت تھا تو حضرت شیخ بھی مے حق گوئی میں مست تھے۔ رخصتوں اور مصلحتوں پر عمل پیرا ہونے کی بجائے راہ عزیمت واستقامت کے راہی بنے۔ مکتوبات حضرت مجدد کا حرف حرف حضرت کی داستان عزیمت اور جرات اظہار رائے کا شاہد عادل ہے۔

؎ پیدا کہاں پھر ایسے پراگندہ طبع لوگ　　　افسوس تم کو میر سے صحبت نہیں رہی (28)

آزادی اظہار رائے اور غیر مسلم:

اسلام نے اظہار رائے کی آزادی کا حق مسلمانوں کو دینے کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں کو بھی اس سے محروم نہیں کیا۔ وفد نجران جب آپ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے عیسائی طریقہ کے مطابق ان کو مسجد نبوی میں عبادت کرنے کا حق دیا اور ارشاد فرمایا:

«دعوهم» فصلوا إلى المشرق. (29)

یعنی ان کو مشرق کی طرف منہ کر کے اپنی عبادت کرنے دی جائے۔

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب فلسطین فتح کیا۔ آپ بیت المقدس تشریف لے گئے تو آپ نے عیسائی گرجاگھر سے باہر آکر نماز پڑھی، اور اس کی وجہ یہ بیان کی:

''خشيت عن أصلي فيها، فيزيلها المسلمون من بعدي وتتخذونها مسجداً.''

''مجھے ڈر ہے کہ اگر میں ہیکل میں نماز ادا کروں تو میرے بعد میں آنے والے مسلمان اس ہیکل کو گرا کر مسجد بنالیں گے۔''

مذہبی اظہار رائے کے حوالہ سے تاریخ میں اس سے بڑی مثال اور نہیں ملتی۔ (30)

وفد نجران سے ہونے والے معاہدے کی اہم عبارت درج ذیل ہے:

''ولنجران ذمة الله وذمة محمد النبي ﷺ، لا يفتنون عن دينهم، ولنجران وحاشيتها جوار الله وذمة محمد النبي ﷺ على أنفسهم وملّتهم وأرضهم وأموالهم.''(31)

''نجران کے عیسائیوں کے لیے اللہ تعالیٰ اور محمد ﷺ کی طرف سے یہ ذمہ داری ہے کہ ان کو زبردستی ان کے مذہب سے نہیں پھیرا جائے گا۔ نجران، ان کے دوستوں اور آس پاس کے لوگوں کی جان ومال کی ذمہ داری اللہ اور اس کے رسول پر ہے۔''

غیر مسلم کے اظہار رائے پر پابندی کی بجائے اسلام نے مسلمانوں کے بے جا اظہار رائے پر پابندی عائد کی ہے۔ اور غیر مسلموں کے مذہب کی توہین سے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾(32)

''اور یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن ہستیوں کی عبادت کرتے ہیں، تم ان معبودوں کو گالیاں نہ دو، ورنہ وہ کم علمی کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے۔''

شخصی آزادی:

ہر شخص کی شخصی آزادی بالکل محفوظ ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مجبور محض نہیں پیدا کیا ہے بلکہ ایک خاص دائرہ کے اندر اس کو اختیار بھی بخشا ہے اور اس اختیار ہی کی بنیاد پر اس کو دنیا میں اپنے امر و نہی کا مکلف اور آخرت میں جزا و سزا کا سزاوار بنایا ہے۔ اسی طرح اس نے انسانوں کے لئے جو اجتماعی نظام پسند فرمایا ہے اس میں فرد کو جماعت کے ہاتھ میں ایک آلہ ء بے جان بنا کر نہیں چھوڑ دیا ہے بلکہ زندگی کے ہر گوشے میں ایک خاص حد تک اس کی انفرادی آزادی بھی محفوظ رکھی ہے اور اس آزادی ہی کے صحیح یا غلط استعمال پر اس کی انفرادی شخصیت کے کمال وزوال اور آخرت میں اس کی فلاح وخسران کا انحصار ہے۔ اس وجہ سے یہ عین منشاء الٰہی ہے کہ شخص کی انفرادی آزادی اس وقت تک محفوظ رکھی جائے جب تک وہ اپنی اس آزادی کو دوسروں کی آزادی سلب کرنے اور جماعت کے کسی واجبی مفاد کو خطرہ میں ڈالنے کے لئے استعمال نہیں کرتا۔

عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّهُ قَامَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ، فَقَالَ: جِيرَانِي بِمَا أُخِذُوا، فَأَعْرَضَ عَنْهُ مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ ذَكَرَ شَيْئًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خَلُّوا لَهُ عَنْ جِيرَانِهِ»(33)

بہز بن حکیم اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ (یعنی ان کے دادا) حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ اس وقت خطبہ دے رہے تھے۔انہوں نے سوال کیا کہ میرے پڑوسیوں کو کس قصور میں گرفتار کیا گیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے (خطبہ کی وجہ سے) دو مرتبہ تو ان کے سوال کی طرف توجہ نہ فرمائی لیکن انہوں (سائل) نے پھر کچھ کہا تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ان کے پڑوسیوں کو رہا کردو۔

فقال عمر لعمرو: مذ كم تعبّدتم الناس وقد ولدتهم أمّهاتهم أحرارا؟ (34)

یعنی اے عمرو! تم نے لوگوں کو غلام کب سے بنالیا؟ ان کی ماؤں نے تو ان کو آزاد جنا تھا۔

عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمنِ؛ أَنَّهُ: قَدِمَ عَلَى عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ. فَقَالَ: لَقَدْ جِئْتُكَ لِأَمْرٍ مَا لَهُ رَأْسٌ، وَلاَ ذَنَبٌ. فَقَالَ عُمَرُ: مَا هُوَ؟ قَالَ: شَهَادَاتُ الزُّورِ. ظَهَرَتْ بِأَرْضِنَا. فَقَالَ عُمَرُ: أَوَ قَدْ كَانَ ذلِكَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ. فَقَالَ عُمَرُ: وَاللهِ لاَ يُؤْسَرُ رَجُلٌ فِي الْإِسْلاَمِ بِغَيْرِ الْعُدُولِ. (35)

ربیعہ بن عبدالرحمن سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس اہل عراق سے ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ امیر المومنین! میں ایک ایسے معاملہ کی وجہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں جس کا نہ کوئی سر ہے نہ پیر۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے پوچھا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا جھوٹی شہادت کا فتنہ ہمارے ملک میں پھوٹ پڑا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا تم پریشان نہ ہو خدا کی قسم اسلام میں کوئی شخص بغیر عدل کئے قید نہیں کیا جاسکتا۔

خواتین کا آزادی اظہار رائے:

اسلام نے مرد وزن کے مابین مساوات کی بجائے عدلِ حقیقی کو قائم کیا۔ مرد و عورت دونوں ہی یکساں طور پر اللہ کے بندے، مسلمان اور حقوق و شعور کے حامل ہیں۔ اس کا عملی نمونہ دور رسالت مآب میں نظر آتا ہے۔ خواتین کو اظہار رائے کی مکمل آزادی تھی۔ چند آثار و شواہد درج ذیل ہیں:

عَنْ خَنْسَاءَ بِنْتِ خِذَامٍ الأَنْصَارِيَّةِ، أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهْيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذَلِكَ، فَأَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «فَرَدَّ نِكَاحَهُ» (36)

خنساء بنت خدام انصاریہ کہتی ہیں کہ وہ ثیب (شوہر دیدہ) تھیں کہ ان کے باپ نے ان کا نکاح کر دیا جو انہیں ناپسند تھا۔ وہ آپ ﷺ کے پاس گئیں آپ ﷺ نے اس نکاح کو رد کر دیا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: جَاءَتْ امْرَأَةُ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا أَنْقِمُ عَلَى ثَابِتٍ فِي دِينٍ وَلاَ خُلُقٍ، إِلَّا أَنِّي أَخَافُ الكُفْرَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ؟» فَقَالَتْ: نَعَمْ، فَرَدَّتْ عَلَيْهِ، وَأَمَرَهُ فَفَارَقَهَا.(37)

ابن عباس سے روایت ہے کہ ثابت بن قیس بن شماس کی بیوی آنحضرت ﷺ کے پاس آئی اور کہا یا رسول اللہ ﷺ میں ثابت کے دین اور اخلاق میں کوئی عیب چینی نہیں کرتی البتہ مجھے اندیشہ ہے کہ میں اس کی فرمانبرداری نہیں کر سکوں گی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو اس کا باغ اس کو لوٹا دے گی؟ کہنے لگی ہاں چنانچہ اس نے باغ لوٹا دیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی جدائی کا فیصلہ دے دیا۔

عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ جَدَّهُ أَسْلَمَ وَأَبَتِ امْرَأَتُهُ أَنْ تُسْلِمَ، فَجَاءَ بِابْنٍ لَهُ صَغِيرٍ لَمْ يَبْلُغْ، قَالَ: فَأَجْلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَبَ هَاهُنَا وَالْأُمَّ هَاهُنَا، وَقَالَ: «اللَّهُمَّ اهْدِهِ» فَذَهَبَ إِلَى أَبِيهِ.(38)

ایک آدمی ایک نابالغ لڑکے کو حضور ﷺ کے پاس لایا۔ وہ اور لڑکے کی ماں اس لڑکے کے بارے میں جھگڑ رہے تھے۔ ماں مسلمان نہیں تھی۔ حضور ﷺ نے باپ کو ایک جگہ اور ماں کو دوسری جگہ بٹھایا۔ پھر بچے کو اختیار دیا اور فرمایا: خداوند! اس کی راہنمائی کر، چنانچہ وہ ماں کی طرف چلا گیا۔

عَنْ رَافِعِ بْنِ سِنَانٍ، أَنَّهُ أَسْلَمَ، وَأَبَتِ امْرَأَتُهُ أَنْ تُسْلِمَ، فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: ابْنَتِي وَهِيَ فَطِيمٌ أَوْ شَبَهُهُ، وَقَالَ رَافِعٌ: ابْنَتِي، قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اقْعُدْ نَاحِيَةً»، وَقَالَ لَهَا: «اقْعُدِي نَاحِيَةً»، قَالَ: «وَأَقْعَدَ الصَّبِيَّةَ بَيْنَهُمَا»، ثُمَّ قَالَ «ادْعُوَاهَا»، فَمَالَتِ الصَّبِيَّةُ إِلَى أُمِّهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اللَّهُمَّ اهْدِهَا»، فَمَالَتِ الصَّبِيَّةُ إِلَى أَبِيهَا، فَأَخَذَهَا. (39)

رافع بن سنان مسلمان ہوئے اور ان کی بیوی نے مسلمان ہونے سے انکار کر دیا۔ پھر وہ آنحضرت ﷺ کے پاس آئی اور کہا: میری بیٹی دودھ چھوڑ چکی ہے۔ رافع نے کہا: بیٹی میری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے رافع سے کہا: ایک کونے میں بیٹھ جاؤ اور عورت سے کہا: تم دوسرے کونے میں۔ پھر آپ ﷺ نے بچے کو درمیان میں بٹھا دیا۔ پھر فرمایا: دونوں اسے بلاؤ۔ پس وہ ماں کی طرف مائل ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا: الٰہی! اس کی راہنمائی فرما۔ چنانچہ وہ باپ کی طرف مائل ہو گئی تو باپ نے اسے پکڑ لیا۔

جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ زَوْجِي يُرِيدُ أَنْ يَذْهَبَ بِابْنِي، وَقَدْ سَقَانِي مِنْ بِئْرِ أَبِي عِنَبَةَ، وَقَدْ نَفَعَنِي، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَهِمَا عَلَيْهِ، فَقَالَ زَوْجُهَا: مَنْ يُحَاقُّنِي فِي وَلَدِي؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَذَا أَبُوكَ، وَهَذِهِ أُمُّكَ فَخُذْ بِيَدِ أَيِّهِمَا شِئْتَ»، فَأَخَذَ بِيَدِ أُمِّهِ، فَانْطَلَقَتْ بِهِ-(40)

حضور ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور کہنے لگی میرا شوہر چاہتا ہے کہ میرے بیٹے کو لے جائے حالانکہ وہ مجھے ابوعنبہ کے کنویں سے پانی پلاتا ہے اور نفع پہنچاتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: قرعہ اندازی کر لو۔ شوہر نے کہا: میرے بیٹے کے معاملے میں کون مجھ سے جھگڑتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تیرا باپ ہے اور یہ تیری ماں، جس کا ہاتھ چاہو پکڑ لو۔ اس نے ماں کا ہاتھ پکڑ لیا وہ اسے لے گئی۔

أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ ابْنِي هَذَا كَانَ بَطْنِي لَهُ وِعَاءً، وَثَدْيِي لَهُ سِقَاءً، وَحِجْرِي لَهُ حِوَاءً، وَإِنَّ أَبَاهُ طَلَّقَنِي، وَأَرَادَ أَنْ يَنْتَزِعَهُ مِنِّي، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنْتِ أَحَقُّ بِهِ مَا لَمْ تَنْكِحِي» (41)

ایک عورت حضور ﷺ کے پاس آئی اور کہا یا رسول اللہ میرا یہ بیٹا ہے۔ مدتوں میرا پیٹ اس کا برتن رہا ہے اور میری چھاتی اس کی مشک رہی اور میری گود اس کا گہوارہ۔ اس کے باپ نے مجھے طلاق دے دی ہے اور وہ اسے مجھ سے چھیننا چاہتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جب تک تو نکاح نہ کرے اس کی پرورش کی زیادہ حقدار ہے۔

خلاصہ بحث:

اسلام آزادی اظہار رائے کا قائل ہے لیکن بے جا اور اسلامی اصولوں کے خلاف رائے کو پسند نہیں کرتا۔ مسلمانوں کے تمام طبقات کو اس کا حق دیا گیا ہے۔ اس میں آزاد، غلام، مرد، عورت کا کوئی فرق روا نہیں رکھا گیا۔ ہر دور میں مسلمانوں نے اپنے اس حق کو

استعمال کرتے ہوئے غلط کو غلط کہا ہے اور اس میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پروانہیں کی۔ خلفاءِ راشدین نے اپنے دورِ خلافت میں عوام کو کھلا حق دیا کہ وہ خلیفہ پر جائز اور حق تنقید کر سکتے ہیں۔ اسی طرح بعد کے علماء اور صوفیاء نے اپنے اس حق کو استعمال کرتے ہوئے راعی اور رعیت کی غلط کاریوں کو طشت از بام کیا ہے۔

نتائج تحقیق وسفارشات:

عقل و شریعت اور تاریخی حقائق کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ فرد اور سوسائٹی (Society) کے فکری ارتقاء اور ارتقاقات کے حصول کے لیے اظہار آزادی رائے کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ یہ مطالبات دین اور مقاصد شریعت میں سے ہے۔ عقلی لحاظ سے بھی شخصیت کی نشو و نما، ذہنی بالیدگی، فکری پختگی اور عقلی بلوغت کو اس اعلیٰ قدر سے فروغ حاصل ہوتا ہے۔

اظہار آزادی رائے اسلام کی بہترین سماجی اور سیاسی قدر ہے۔ مقصد نہیں، بلکہ حصول مقصد قیام عدل کے حصول کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا اس اعلیٰ قدر کو عدل کا پابند ہونا چاہیے۔ ایک فرد کی آزادی دوسرے فرد کی آزادی کو سلب کرنے یا محدود کرنے کا ذریعہ نہ ہو۔ اس لیے اسلام میں اظہار رائے کی آزادی کو شرعی اور عقلی حدود و قیود کا پابند بنایا گیا ہے۔

بہر حال ان تمام قواعد اور حدود کے اندر ہی اظہار رائے کا کل حسن ہے۔ یہی حکمت و توازن انسانیت کے حق میں اس اعلیٰ قدر کو مفید بناتا ہے۔ اگر اظہار رائے کا حق بے دریغ اور بے لگام ہو تو اس اعلیٰ انسانی قدر کی خوبیاں اور اوصاف بھی قباحتوں میں تبدیل ہو کر فرد اور سوسائٹی کے لیے رحمت کی بجائے زحمت اور نعمت کی بجائے نقمت بن جاتے ہیں۔

دینی اداروں اور جامعات کے نصابِ تعلیم میں اس اعلیٰ بنیادی اسلامی قدر کو شامل نصاب کرنے کی ضرورت ہے۔ رویوں میں تحمل، فیصلوں میں حکمت اور برداشت کا طرز عمل اظہار رائے کی آزادی کے فروغ کے لیے ناگزیر ہے۔ اس کے علاوہ تہذیبی اور مذہبی گھٹن کو ختم کرنے کے لیے بھی ضروری ہے۔

سرکاری اور نجی سطح پر افراد میں اس اعلیٰ قدر کے فروغ وارتقاء کے لیے شعور اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔ قدامت پسند اور روایت پرست طبقات کو بلاوجہ اپنا مخالف بنانے کی بجائے ان پر اس موضوع کی افادیت کو عقلی و شرعی دلائل کی روشنی میں واضح کیا جانا چاہیے۔

اس اعلیٰ قدر کے فروغ واستحکام سے معاشرے میں کاروکاری، ونی، غیرت کے نام پر قتل، قرآن سے شادی اور خواتین کی وراثت سے محرومی جیسے حرام ترین امور کی بندشوں کو ختم کرکے سماج میں قائم حبس اور گھٹن کے ماحول کو پُر بہار، صحت منداور حوصلہ افزابنایا جاسکتا ہے۔

ان تقاضوں کی تکمیل کے بغیر اسلامی شریعت کے اصل مزاج اور حکمت کا فہم وادراک اور عملی نفاذ ممکن نہیں۔

حوالہ جات

(1) الاحزاب:36/33.

(2) صحیح البخاری، محمد بن اسماعیل بخاری (ت 256ھ)، دار طوق النجاۃ، ط 1، 1422ھ، کتاب احادیث الانبیاء، باب حدیث الغار، حدیث نمبر (3475): 175/4.

(3)مسند احمد، احمد بن محمد بن حنبل (ت 241ھ)، مؤسسۃ الرسالۃ، ط 1، 1421ھ، مسند المکثرین من الصحابۃ، مسند عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حدیث نمبر (5385):283/9.

(4)النساء:58/4.

(5)المائدۃ:48/5.

(6)المائدۃ:44/5،45،47.

(7)سنن الترمذی، محمد بن عیسیٰ ترمذی (ت 279ھ)، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی - مصر، ط2، 1395ھ، ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی التانی والعجلۃ، حدیث نمبر (2011):366/4.

(8) سنن ابی داود، سلیمان بن اشعث سجستانی (ت 275 ھ)، المکتبۃ العصریۃ، صیدا - بیروت، س، ن، کتاب الادب، باب فی المعاریض، حدیث نمبر (4971):293/4.

(9) سنن النسائی، احمد بن شعیب نسائی (ت 303ھ)، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ - حلب، ط 2، 1406ھ، کتاب البیعۃ، باب ذکر الوعید لمن اعان امیرا علی الظلم، حدیث نمبر (4207):160/7.

(10) المعجم الاوسط، سلیمان بن احمد طبرانی (ت360ھ)، دار الحرمین - قاہرہ، س، ن، باب المیم، من اسمہ محمد، حدیث نمبر (5947):108/6.

(11) شعب الایمان، احمد بن حسین بیہقی (ت 458ھ)، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع بالریاض بالتعاون مع الدار السلفیۃ بومبای بالہند، ط 1، 1423ھ، الامر بالمعروف والنہی عن المنکر، حدیث نمبر (7172):66/10.

(12) سنن ابن ماجہ، محمد بن یزید ابن ماجہ (ت 273ھ)، دار احیاء الکتب العربیۃ، س، ن، کتاب الفتن، باب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر، حدیث نمبر (4008):1328/2.

(13) سیرۃ ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام (ت 213ھ)، مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی و أولادہ بمصر، ط 2، 1375ھ، مبادأۃ رسول اللہ ﷺ قومہ وماکان منہم، طلب ابی طالب الی الرسول ﷺ الکف عن الدعوۃ وجوابہ لہ: 266/1.

(14) أیضاً.

(15) المعجم الاوسط، باب المیم، من اسمہ منتصر، حدیث نمبر (8597):267/8.

(16) الامامۃ والسیاسۃ، عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ (ت 270ھ)، مطبعۃ النیل بشارع محمد علی بدرب المنجمۃ بمصر، 1322ھ، تخلف سعد بن عبادۃ عن البیعۃ لابی بکر: 17/1.

(17) بنیادی حقوق از صلاح الدین ص 271.

(18) اخبار عمر واخبار عبداللہ بن عمر، علی الطنطاوی، ناجی الطنطاوی، المکتب الاسلامی-بیروت، ط 8، 1403ھ، شکاویٰ وتحقیقات: 142/1–143.

(19) ایضاً، عمر بین القضاء والفتویٰ والحسبۃ: 172/1.

(20) الخراج، ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم (ت 182ھ)، المکتبۃ الازہریۃ للتراث، س، ن، باب فی قسمۃ الغنائم اذا اصیبت من العدو، فصل: فی الفیء والخراج: 36/1.

(21) ایضا، مقدمۃ المؤلف، من وصایا عمر□: 22/1.

(22) السنن الکبریٰ، احمد بن حسین بیہقی (ت 458ھ)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت-لبنان، ط 3، 1424ھ، کتاب الصداق، باب لا وقت فی الصداق قلّ او کثر، حدیث نمبر (14336):380/7.

(23) السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الوقف، باب اتخاذ المسجد والسقایات وغیرھا، حدیث نمبر (11938):278/6.

(24) الدرر فی اختصار المغازی والسیر، یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر، دار المعارف — قاہرہ، ط 2، 1403ھ، باب بعث حمزۃ وبعث عبیدۃ، غزوۃ بدر الثانیۃ: 136/1.

(25) کلیات اقبال، علامہ محمد اقبال (ت 1938ء)، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، 1990ء، بانگ درا، حصہ اول، غزلیات، جنہیں میں ڈھونڈتا تھا آسمانوں میں، زمینوں میں: 129/113.

(26) تاریخ دعوت وعزیمت، ابو الحسن علی ندوی (ت 1999ء)، مجلس نشریات اسلام، کراچی، س، ن، حضرت شیخ عبد القادر جیلانی، خلفاء اور حکام وقت پر تنقید: 216/1.

(27) ایضاً.

(28)کلیات میر، میر تقی میر (ت 1810ء)، مطبع نامی منشی نولکشور، لکھنؤ، 1941ء، دیوان دوم غزلیات بترتیب حروف تہجی، ردیف الیاء: وہ رابطہ نہیں، وہ محبت نہیں رہی: ص:327.

(29)سیرۃ ابن ہشام، عبدالملک بن ہشام (ت 213ھ)، مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی و أولادہ بمصر، ط2، 1375ھ، امر السید والعاقب وذکر المباہلۃ، صلاتہم الی المشرق: 574/1.

(30)اسلام کے بین الاقوامی تصورات، مجیب اللہ ندوی، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، 1990ء، ص:48.

(31)فتوح البلدان، احمد بن یحیی بلاذری (ت:279ھ)، دار ومکتبۃ الہلال-بیروت، 1988م، ص:72.

(32)الانعام:108/6.

(33)سنن ابی داود، کتاب الاقضیۃ، باب فی الحبس فی الدین وغیرہ، حدیث نمبر(3631):314/3.

(34)فتوح مصر والمغرب، ابوالقاسم عبدالرحمن (ت:257ھ)، مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ، 1415ھ، ص195.

(35)السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الشہادات، باب لایجوز شہادۃ غیر عدل، حدیث نمبر(20631):280/10.

(36) صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب اذا زوج ابنتہ وھی کارھۃ فنکاحہ مردود، حدیث نمبر(5138):18/7.

(37) صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب الخلع وکیف الطلاق فیہ، حدیث نمبر(5276):47/7.

(38)مسند احمد، احادیث رجال من اصحاب النبی ﷺ، حدیث ابی سلمہ انصاری، حدیث نمبر(23759):170/39.

(39)سنن ابی داود، کتاب الطلاق، باب اذا اسلم احد الابوین، حدیث نمبر(2244):273/2.

(40)سنن ابی داود، کتاب الطلاق، باب من احق بالولد، حدیث نمبر(2277):283/2.

(41)سنن ابی داود، کتاب الطلاق، باب من احق بالولد، حدیث نمبر(2276):283/2.